# تعارض حدیث اور اسکی وجوہات کا تجزیاتی مطالعہ

## An analytical study of conflict of Hadith

*ڈاکٹر سید غضنفر احمد　　　　**نثار اختر

***Abstract***

*Some of the Hadith are contradictory with some other ahadith. Muhadithin has exerted huge efforts to resolve these sorts of contradictions and successfully find the compatibility between two separate narrations and the reason behind i.e cancellation of previous narration by the latest one; two narrations are of different circumstances and situations etc. In principal there is no contradiction and conflict between two or more narrations. The claim of some conflicts between two narrations are due to lack of knowledge of the subject and because of malafide intentions and misconception. In this research article our case of study is to define the concepts of Muhadithin according to the terminologies of " Hadith Sciences" what are the reasons of those conflicts and what are the conditions of those conflicts and their reality, All apparent conflicts between Hadiths are not real and they can be compatible logically or historically and we have chosen some Ahadiths to show the false concept of refutation in Hadith.*

***KEYWORDS**: CONFLICT OF HADITH, REFUTATION OF HADITH, HADITH.*

*۔اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ قرآن وسنۃ، جامعہ کراچی

**۔ ریسرچ اسکالر، شعبہ قرآن وسنہ، جامعہ کراچی

**اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں فرمایا:**

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ(9)"[1]

بے شک اس ذکر کو ہم نے نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اس ذکر میں قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ دونوں شامل ہیں کیونکہ دونوں وحی ہیں، قرآن مجید اگر وحی جلی ہے تو حدیث وحی خفی ہے، قرآن مجید اگر الفاظ ہیں تو حدیث ان کا معنیٰ و مفہوم ہے، قرآن مجید کے الفاظ اور معنیٰ دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں تو احادیث کے الفاظ اگرچہ نبی کریم ﷺ کے ہیں لیکن معنی و مفہوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، بہر حال دونوں منزل من اللہ ہیں، حدیث کی وحی ہونے کی بڑی دلیل مذکورہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى(3)إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى(4)" [2]

اور آپ ﷺ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے، یہ تو خالص وحی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔

لہذا جب قرآن اور حدیث دونوں وحی الہیٰ ہیں تو یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ وحی الہیٰ میں حقیقی تعارض محال ہے، اس سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا(82)" [3]

اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ بکثرت اس میں اختلاف پاتے۔

بسا اوقات کسی آیت اور حدیث یا دو حدیثوں میں ظاہری طور پر تعارض نظر آتا ہے، یہ ظاہری تعارض دیکھنے والے کی عقل کا قصور اور نقص تو ہو سکتا ہے لیکن وحی الہیٰ اس تعارض سے مبرا ہے، چنانچہ الکفایہ میں مذکور ہے۔:

"وکل خبرین علم ان النبی صلی اللہ علیہ و سلم تکلم بھما فلا یصح دخول التعارض فیھما علی وجہ وإن کان ظاھرھما متعارضین"[4]

اور جن دو خبروں سے متعلق یہ بات معلوم ہو جائے کہ ان کا تکلم آپ ﷺ نے فرمایا تو ان میں تعارض پایا جانا محال ہے، اگرچہ ظاہراً دونوں متعارض نظر آرہی ہو۔

حدیث میں ظاہری تعارض کا وجود کوئی نئی بات نہیں بلکہ یہ آپ ﷺ کے دور سے ثابت ہے، رسول اللہ ﷺ کی حیات میں بسا اوقات ایسے مواقع آئے ہیں کہ آپ ﷺ نے کوئی کلام فرمایا تو صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین نے

اس پر سوال کیا اور اپنا اشکال ظاہر کیا، ان کے اشکال پر آپ ﷺ نے انہیں جواب دیا تو ان حضرات کے اشکالات دور ہو گئے اور وہ مطمئن ہو گئے، اس کی دو مثالیں ملاحظہ نظر ہیں:

**پہلی مثال:**

"عن جابر، قال أخذ النبی صلی اللہ علیه وسلم بید عبد الرحمن بن عوف فأتی به النخل فإذا ابنه إبراهیم فی حجر أمه وهو یجود بنفسه فأخذه النبی صلی اللہ علیه وسلم ووضعه فی حجره ثم قال یا إبراهیم إنا لا نغنی عنك من اللہ شیئا ثم ذرفت عیناه فقال له عبد الرحمن بن عوف یا رسول اللہ أتبکی أولم تنه عن البکاء قال لا ولکن نهیت عن النوح وعن صوتین أحمقین فاجرین صوت عند نغمة لهو ولعب ومزامیر شیطان وصوت عند مصیبة خمش وجوه وشق جیوب ورنة شیطان وهذه رحمة، ومن لا یرحم لا یرحم"(۵)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں کھجور کے درخت کے پاس لے آئے، تو وہاں پر آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم اپنی والدہ کی گود میں تھے۔ وہ انتہائی خوبصورت تھے، آپ ﷺ نے انہیں اُٹھایا اور اپنی گود میں لیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابراہیم ہم اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں آپ کو کسی بھی چیز سے نہیں بچا سکتے، پھر آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آئیں، تو حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ کیا آپ رو رہے ہیں؟ کیا آپ نے رونے سے منع نہیں فرمایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں میں نے تو رونے سے منع نہیں کیا بلکہ میں نے تو نوحہ کرنے اور دو قسم کی فاجر اور بے وقوف آوازوں سے منع فرمایا ہے، ایک وہ آواز جو کہ نغمے کی بے مقصد کھیل کود پر مشتمل ہو اور شیطان کی بانسریاں ہوں اور دوسری وہ آواز ہے جو کہ مصیبت کے وقت چہرے کے پیٹنے، گریبان کے پھاڑنے اور شیطان کی آواز ہو۔ اور یہ میری آنسو کا بہنا تو ایک رحمت ہے، اور جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا تو اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

اب حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو آپ ﷺ کے رونے پر اشکال اس حدیث کی وجہ سے تھا جس میں آپ ﷺ نے میت پر رونے کو منع فرمایا تھا اور آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ :

"إن الميت ليعذب ببكاء أهله عليه"(٦)

بے شک میت کے گھر والوں کا اُس میت کے مرنے پر رونے کی وجہ سے بھی اُس میت کو عذاب ہوتا ہے۔

تاہم جب آپ ﷺ نے اُن کے سامنے وضاحت فرمائی تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا اشکال ختم ہو گیا اور وہ مطمئن ہوئے۔

**دوسری مثال**

دوسری مثال حدیث مذکور ہے :

"عن أنس بن مالك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ترك قتلى بدر ثلاثا ثم أتاهم فقام عليهم فناداهم فقال يا أبا جهل بن هشام يا أمية بن خلف يا عتبة بن ربيعة يا شيبة بن ربيعة أليس قد وجدتم ما وعد ربكم حقا فإني قد وجدت ما وعدني ربي حقا فسمع عمر قول النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله كيف يسمعوا وأنى يجيبوا وقد جيفوا قال والذي نفسي بيده ما أنتم بأسمع لما أقول منهم ولكنهم لا يقدرون أن يجيبوا ثم أمر بهم فسحبوا فألقوا في قليب بدر"(٧)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی جاتی ہے کہ رسول ﷺ نے جنگ بدر کے مقتولین کو تین دن تک ان کی حالت پر چھوڑا، اس کے بعد ان کے پاس تشریف لائے اور کھڑے ہو کر آواز دی کہ اے بو جہل بن ہشام، اے امیہ بن خلف، اے عتبہ بن ربیعہ اور اے شیبہ ابنِ ربیعہ کیا تم لوگوں نے اس وعدے کو سچا نہیں پایا جو تمہارے رب نے تمہارے ساتھ کیا تھا؟ بے شک میں نے تو اس وعدے کو سچا پایا جو کہ میرے رب نے میرے ساتھ کیا، حضرت عمرؓ نے جب آپ ﷺ کو یہ کلام کرتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ لوگ آپ کی اس بات کو کیسے سنیں گے اور کیسے جواب دیں گے جب کے ان کی حالت تو یہ ہے کہ یہ اب مر کر خشک

ہو گئے ؟ تو آپ ﷺ نے جوابافرمایا کہ : قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جو کچھ میں نے کہا ہے ان باتوں کو یہ لوگ آپ سے زیادہ سننے والے ہیں لیکن یہ لوگ جواب دینے پر قادر نہیں، اس کے بعد آپ ﷺ کے حکم پر ان لاشوں کو اُٹھایا گیا اور وہ بدر کے کنویں میں پھینکی گئیں۔

**یہاں پر حضرت عمرؓ کا مذکورہ اشکال دو وجوہات کی بناء پر تھا:**

(الف) آپ ﷺ کا ان مقتولین بدر سے خطاب کرنا ان مقتولین کے صورتحال کے معارض تھا، اسلئے کے وہ مردے تھے اور پھول پھٹ گئے تھے اور ایسی حالت میں ان کیلئے سُننا عقلاً ناممکن تھا۔

(ب) دوسرا یہ کہ آپ ﷺ کا یہ خطاب قرآن مجید کے اس آیت کے معارض تھا:

"وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ (22)"[۸]

اے نبی آپ ﷺ ان کو نہیں سنا سکتے جو کہ قبروں میں مدفون ہیں۔

تاہم جب آپ ﷺ نے ان کے اشکال کا جواب فرمایا کہ یہ لوگ آپ سے زیادہ سُننے والے ہیں تو حضرت عمرؓ کا وہ اشکال رفع ہو گیا۔

**حافظ ابن حجر العسقلانیؒ نے فرمایا کہ اس آیت میں جو اسماع کی نفی کی گئی ہے اس کے دو معنٰی ہیں:**

(۱)۔۔۔ پہلا معنٰی یہ ہے کہ آپ ﷺ ان مردوں کو ایسی اسماع نہیں کرا سکتے جو کہ ان کیلئے نفع بخش ہو، کیونکہ اب تو ان کا دنیا سے انقطاع ہو چکا ہے، لہذا اب نصیحت ان کیلئے بے فائدہ ہے۔

(۲)۔۔۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ ان مردوں کو نہیں سنا سکتے تاہم جب اللہ تعالٰی چاہے تو سنا سکتا ہے، لہذا یہاں پر اللہ تعالٰی کی مشیئت انہیں سنانے کی تھی، اسی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عمر یہ لوگ آپ سے زیادہ اس وقت سن رہے ہیں۔

رسالت مآب ﷺ کے دور میں اس ظاہری تعارض کا رفع فی الفور ہو جاتا کیونکہ آپ ﷺ بنفسِ نفیس حیات تھے اور آپ خود اُسکی صراحت فرماتے، آپ ﷺ کے اس دارِ فانی سے تشریف لے جانے کے بعد آپ ﷺ کے وارثین نے اس فن پر مختلف کتابیں تحریر فرمائیں تاکہ منکرین حدیث کے اعتراضات کو ختم کیا جائے جو ظاہری تعارض کو

حقیقی تعارض کا لبادہ پہناتے ہیں اور لوگوں کے مابین احادیث سے متعلق شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں، ان تصانیف میں حضرت امام شافعیؒ کی اختلاف الحدیث، ابنِ قتیبہ کی تاویل مختلف الحدیث اور امام ابو جعفر الطحاوی کی مشکل الاثار سرِ فہرست ہیں، ان کے علاوہ دیگر علماء نے بھی اس موضوع پر ضمناً یا تفصیلاً بہت کچھ لکھا ہے۔

**احادیث میں تعارض کی حقیقت**

تعارض کی تعریف

**۱۔علامہ ابن الہمام تعارض کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:**

"اقتضاء کل من دلیلین عدم مقتضی الآخر"[۹]

ہر دلیل جو دوسری دلیل کے حکم کی نفی کرے اسے تعارض کہتے ہیں۔

**۲۔امام نسفیؒ معارضہ کا ایک رکن بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:**

"فرکن المعارضة تقابل الحجتین علی السواء لامزیة لاحداھما فی حکمین متضادین۔"[۱۰]

معارضہ کا ایک رکن یہ ہے کہ دو دلیلوں کا برابری کی بنیاد پر اس طرح متقابل ہونا کہ دونوں متضاد حکموں میں سے کسی ایک کیلئے کوئی خصوصیت نہ پائی جائے۔

**۳۔امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ:**

"ھو ان یقتضی احد الدلیلین حکماً فی واقعة خلاف ما یقتضیه الدلیل الآخر فیھا۔"[۱۱]

دو دلیلوں میں سے ایک دلیل ایسے حکم کا تقاضہ کرے جو دوسری دلیل کے حکم کے خلاف ہو۔

ان تعریفات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ احادیث میں پایا جانے والا تعارض صرف ظاہری ہے، حقیقت میں کوئی تعارض نہیں، اسلئے کہ اگر نفس الامر میں تعارض ہوتا تو اس سے یہ بات لازم آتی کہ شرعی دلائل آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہیں، جو کہ امت کے اجماع سے ناممکن ہے، اسی بات کی طرف امام البہاریؒ نے مسلم الثبوت میں اشارہ کیا ہے۔

**احادیث میں تعارض کی شروط:**

احادیث میں تعارض کیلئے درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱۔ دونوں حدیثیں مقبول ہوں، اسلئے کہ تعارض کو رفع کرنے کے جتنے بھی اصول ہیں وہ تمام مقبول احادیث کے درمیان جاری ہوتے ہیں، اگر دونوں میں سے کوئی ایک حدیث بھی مردود ہو تو تعارض خود بخود ختم ہو جاتا ہے اسلئے کہ مردود کو مقبول حدیث کے مقابلے میں نہیں لایا جا سکتا۔

۲۔ ایک حدیث کے مقابلے میں دوسری حدیث ظاہری معنی میں متضاد ہو، اگر ایک ہی حدیث کے مختلف اجزا میں اختلاف پایا جارہا ہو تو یہ تعارض فی الحدیث کی بحث نہیں بلکہ مشکل الحدیث کی بحث ہے۔

۳۔ اتحاد المحل، یعنی دونوں حدیثیں ایک فرد سے متعلق ہوں، اگر فرد بدل جائے تو تعارض باقی نہیں رہے گا اور وہ دونوں حدیثیں جمع ہو جائینگی، مثلاً عقد نکاح کہ اس سے بیوی حلال ہو جاتی ہے اور بیوی کی ماں حرام ہو جاتی ہے، اب یہاں حلت اور حرمت میں کوئی تعارض نہیں، اسلئے کہ دونوں کا محل جدا جدا ہے۔

۴۔ اتحاد الوقت، یعنی دونوں حدیثیں ایک ہی وقت کی ہوں، کیونکہ اگر دونوں کے وقت میں تقدیم وتاخیر ہو گی تو بعد والی حدیث پہلی والی حدیث کو منسوخ کر دے گی۔

۵۔ تضاد الحکمین، یعنی دونوں حدیثوں سے الگ الگ متضاد احکام ثابت ہوتے ہوں، اگر ایک حدیث اثبات پر دلالت کرے تو دوسرا نفی پر دلالت کرے، اور اگر ایک میں حلت کا بیان ہو تو دوسرے میں حرمت کا بیان ہو۔ اس کی مثال رسول ﷺ کا یہ قول ہے:

قال أبو هريرة إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن۔ [۱۲]

ترجمہ:۔ زنا کرنے والا جب زنا کرے تو مومن نہیں رہتا اور چوری کرنے والا جب چوری کرے تو مومن نہیں رہتا۔

**دوسرے مقام پر فرمایا کہ:**

"ما من عبد قال لا إله إلا الله ثم مات على ذلك إلا دخل الجنة. قال أبو ذر: قلت وإن زنى وإن سرق. قال: وإن زنى وإن سرق. قال في الرابعة: وإن رغم أنف أبي ذر" [۱۳]

پہلی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ زانی اور چور مومن نہیں ہیں جبکہ جنت میں داخلے کیلئے ایمان شرط ہے۔اسکے مقابلے میں دوسری حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عقیدہ توحید رکھنے والا چور اور زانی جنت میں جائیں گے۔

اس تعارض کو رفع کرنے سے متعلق ابنِ قتیبہ،امام نووی ابو بکر ابنِ العربی،ابنِ تیمیہ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث میں زانی اور چور سے جو ایمان کی نفی کی گئی ہے یہ مطلق ایمان کی نفی نہیں بلکہ کامل ایمان کی نفی ہے۔

۶۔ چھٹی شرط یہ ہے کہ متعارض احادیث کے مابین تعارض رفع کرنے کی کوئی نہ کوئی صورت ممکن ہوا گر تعارض رفع کرنے کی کوئی صورت بھی ممکن نہ ہو تو پھر وہ ظاہری تعارض نہ ہوگا بلکہ حقیقی تعارض ہوگا اور حقیقی تعارض احادیث میں محال ہے۔

۷۔ساتویں شرط یہ ہے کہ ظاہری تعارض کا وجود یقینی ہو، صرف لفظی نہ ہو جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

"یَا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا إِذَا نُودِیَ لِلصَّلَاةِ مِنْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَی ذِکْرِ اللهِ"(۱۴)

اے ایمان والوں جب جمعہ کے دن نماز جمعہ کیلئے پکارا جائے تو اسکی طرف سعی کرو ایک حدیث میں پیارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ :

"أن أبا هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول إذا أقيمت الصلاة فلا تأتوها تسعون وأتوها تمشون وعليكم السكينة"(۱۵)

ترجمہ :۔ اور جب نماز کھڑی ہو جائے تو تم اسکی طرف دوڑ کر مت آؤ بلکہ چل کر آؤ،اور تم پر اطمینان کے ساتھ نماز کیلئے آنا لازم ہے۔

اب معترض یہ اعتراض کرتا ہے کہ باری تعالی نے نماز کیلئے سعی کا حکم فرمایا ہے جبکہ حدیث میں سعی سے منع کیا گیا ہے،لہذا دونوں میں تعارض ثابت ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تعارض نہیں،اسلئے کہ قرآن مجید میں سعی سے مراد "اہتمام کرنا ہے"یعنی اذانِ جمعہ کے بعد نمازِ جمعہ کیلئے اہتمام کرنا چاہئے اور دوسرے امور ترک کر دینے چاہئے، سعی سے اہتمام کے معنی قرآن مجید میں دوسری جگہ بھی آیا،ارشاد باری تعالی ہے کہ :

"وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى(39) "(۱٦)

ترجمہ:۔اور انسان کیلئے وہی کچھ ملتاہے جس کیلئے وہ کوشش اور اسکے حصول کیلئے اہتمام کرتا ہے۔

اور حدیثِ شریف میں جس سعی سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد دوڑنا ہے،یعنی اگر کوئی شخص نماز کے حصول کیلئے دوڑ لگاتا ہے تو اسکے گرنے کا بھی خطرہ ہے جو اس کیلئے نقصان دہ ہے،اس لئے اطمینان اور سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کیلئے آنا چاہئے،حدیث کے بقیہ الفاظ یہ ہیں:

فما أدركتم فصلوا وما فاتكم فأتموا۔

پس تمہیں نماز کا جتنا حصہ مل جائے تو اسکو پڑھ لو اور جو رہ جائے اسکو پورا کرلو۔

**احادیث میں تعارض کی وجوہات:**

جیسا کہ ماقبل میں مذکور ہوا کہ احادیث نبوی ﷺ میں حقیقی تعارض محال ہے،اگر ہمیں کوئی تعارض نظر آتا ہے تو وہ درحقیقت ظاہری تعارض ہوتا ہے،تاہم اس ظاہری تعارض کے پائے جانے کی بھی چند وجوہات ہیں،بندہ کو تلاش بسیار وتتبع سے آٹھ وجوہات ملی ہے،جن میں سے ابتدائی تین وجوہات راوی کے اعتبار سے ہیں اور آخری پانچ وجوہات روایت کے اعتبار سے ہیں،تفصیل درج ذیل ہے۔

**ا۔ تعصب اور خواہشات نفسانی:**

احادیث میں تعارض پیش کرنے کی ایک بڑی وجہ تعصب اور خواہشات نفسانی ہے،تعصب کی وجہ سے ان احادیث کی مخالفت کی جاتی ہے جو کہ صحیح ہوں لیکن متعصبین کے مذہب یا ان کی خواہشات سے متصادم ہوں،اسلئے یہ حضرات مختلف طریقوں سے حدیث میں تعارض پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں،اس کا طریقہ وہ لوگ یہ اپناتے ہیں کہ اولاً حدیث کی صحت کا انکار کرتے ہیں،اور اگر صحت کا انکار نہ کرسکیں تو پھر اس کو خبر واحد میں شمار کرتے ہیں تاکہ اسکی قطعیت باقی نہ رہے،لیکن اگر ظاہر حال بھی ان لوگوں کا ساتھ نہیں دے،بایں طور کہ اسکی منقولیت اکثر حضرات سے تواتر کے ساتھ ہو تو پھر اس میں تاویل کرتے ہیں۔

اسکی مثال علامہ قاضی عبدالجبار نے شرح اصول الخمسہ صفحہ نمبر ۲۷٦ پر یہ بیان فرمائی ہے کہ حضرات مرجیہ کے سامنے جب آپ ﷺ کی حدیث بیان کی گئی:

"حدثنی جابر قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول إن أقواما یخرجون من النار بعد ما امتحشوا فیها"[۱۷]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک قیامت کے دن کچھ قوموں کو جہنم سے نکالا جائے گا ان کے جہنم میں جلنے کے بعد۔

مرجیہ نے اولاً اس حدیث کی صحت کا انکار کیا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، تاہم حدیث کی صحت ثابت ہونے کے بعد اس کو خبر واحد کہا، لیکن جب کثرت روات کی وجہ سے ظاہر حال نے بھی ان کا ساتھ نہیں دیا تو انہوں نے اس میں یہ تاویل کی کہ یہاں یخرجون من النار سے یخرجون من عمل اہل النار مراد ہے، یعنی آگ سے نکلنے سے مراد آگ کے مستحق لوگوں کے عمل سے نکلنا ہے۔

تعصب کی وجہ سے احادیث میں تعارض پیدا کرنے کی دوسری مثال یہ واقعہ ہے کہ ابو معاویہ نے ہارون رشید کے سامنے ایک حدیث بیان کی:

"عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ مُوسَى لَقِيَ آدَمَ فَقَالَ: يَا آدَمُ أَنْتَ الَّذِي خَلَقَكَ اللهُ بِيَدِهِ وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ، وَأَسْكَنَكَ الْجَنَّةَ، فَلَوْلاَ مَا فَعَلْتَ لَدَخَلَ كَثِيرٌ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ الْجَنَّةَ،"[۱۸]

آپ ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی حضرت آدمؑ سے ملاقات ہوئی تو حضرت موسیٰؑ نے حضرت آدمؑ سے سوال کیا کہ اے آدم آپ وہ ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے اپنے ہاتھوں سے پیدا فرمایا اور آپ کیلئے فرشتوں سے سجدہ کروایا اور آپ کو جنت میں داخل فرمایا، پس اگر آپ اس درخت کا پھل نہ کھاتے تو اللہ رب العزت آپ کی اولاد میں سے بہت ساروں کو جنت میں داخل کر دیتا۔

تو اس مجلس میں ایک موجود شخص نے فوراً اعتراض کیا کہ حضرت موسیٰ کی کہاں ملاقات ہوئی حضرت آدم سے ؟اس شخص کے اعتراض پر خلیفہ ہارون رشید انتہائی غصہ ہوئے اور کہا کہ اے زندیق کیا تم رسول اللہ ﷺ کے احادیث پر نکتہ چینی کر رہے ہو؟اور آپ اس سے سخت ناراض ہوئے۔[۱۹]

**۲۔روایات کا احاطہ نہ ہونا:**

حدیث شریف کے خصائص میں سے ایک یہ ہے کہ جب کسی ایک مقام پر اجمالاً کوئی بات کہی جاتی ہے تو دوسرے مقام پر اسکی تفصیل بیان کی جاتی ہے،اسی طرح اگر کوئی حدیث ایک مقام پر مختصر روایت کی جاتی ہے تو دوسری جگہ پوری روایت کی جاتی ہے، وہ حضرات جنہوں نے صرف بعض روایات جان لینے پر اکتفا کیا ہوتا ہیں جب ان کے سامنے کوئی حدیث کامل طریقے پر بیان کی جاتی ہے جو کہ اس سے پہلے اجمالاً بیان کی گئی ہو تو وہ اس پر تعارض کا اعتراض کرتے ہیں۔حالانکہ وہ ان کے نقص علم کی وجہ ہوتی ہے نہ کہ حدیث میں تعارض ہوتا ہے۔اسکی مثال حدیث مذکور ہے:

"عن جابر بن عبد الله ؛ قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : « ما على ظهر الأرض من نفس منفوسة تأتي عليها مئة سنة"[۲۰]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ ۱۰۰ سال کے بعد زمین پر کوئی بھی زندہ رہنے والا انسان باقی نہیں رہے گا۔

اس حدیث پر معترضین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث حقیقت کے معارض ہے، کیونکہ آپ ﷺ کے وصال کے ہزاروں سال گزر گئے مگر اب بھی انسانوں کا وجود سطح زمین پر باقی ہے۔

ان کا یہ اعتراض دوسری احادیث سے بے خبری کی بنیاد پر ہے،اسلئے کہ یہ حدیث جو کہ ماقبل میں اجمالاً مذکور ہے،دوسری جگہ تفصیل کے ساتھ آئی ہے،جو کہ درج ذیل ہے:

"عن جابر قال : قال رسول الله ـ صلى الله عليه وسلم ـ ما منكم من نفس منفوسة يأتي عليها مائة سنة وهي حية يومئذ (ابن أبي شيبة)"[۲۱]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم صحابہ میں سے جو کہ آج حیات ہیں ۱۰۰ سال بعد کوئی زندہ نہیں رہے گا۔

لہذا اب کوئی اشکال باقی نہ رہا۔اس قسم کے تعارض کی دوسری مثال حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث مذکور ہے:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قال قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : الشؤم في المرأة والدار والفرس"(٢٢)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ : نحوست تین چیزوں میں ہوتی ہے، گھر، عورت اور گھوڑے میں۔

یہ حدیث آپ ﷺ کے درج ذیل حدیث کے معارض ہے۔

"عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صدق الله العظيم لا عدوى ولا هامة ولا طيرة وأحب الفأل الصالح"(٢٣)

معترضین ان دونوں احادیث میں تعارض کا دعوی کرتے ہیں، تاہم اگر احادیث کا استقصاء کیا جائے تو یہ تعارض باقی نہیں رہتا، اسلئے کہ ایک تیسری حدیث میں اس کی وضاحت مذکور ہے کہ جب حضرت عائشہؓ کے پاس حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث پہنچی تو وہ انتہائی غصہ ہوئی اور فرمانے لگی کہ اللہ کی قسم آپ ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ آپ ﷺ کے الفاظ یہ تھے:

"عن مكحول أن عائشة ذكر لها قول أبي هريرة إن الشؤم في المرأة والفرس والدار فقالت لم يحفظ أبو هريرة إنما دخل ورسول الله يقول (قاتل الله اليهود يزعمون أن الشؤم في المرأة والفرس والدار) فسمع آخر الحديث ولم يسمع أوله"(٢٤)

مکحول رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کا یہ جملہ ذکر ہوا کہ بے شک نحوست تین چیزوں میں ہیں، عورت میں، گھوڑے میں اور گھر میں، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگی کہ اس حدیث کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بالکل یاد نہیں رکھا ہے جب ابوہریرہ آپ ﷺ کے پاس داخل ہوئے تو اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی یہودیوں کو ہلاک کردیں کہ ان یہودیوں کا خیال ہے کہ نحوست تین چیزوں

میں ہوتی ہے یعنی گھر، عورت اور گھوڑے میں۔ پس ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث کا آخری جملہ تو سنا مگر پہلا جملہ نہ سن سکے۔

**۳۔الفاظ کی دلالت سے بے خبری**

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عربی دان تھے، آپ ﷺ کبھی ایک خاص لفظ کا تکلم فرماتے اور اس سے آپ ﷺ کا ارادہ تعمیم کا ہوتا، اسی طرح کبھی آپ ﷺ کوئی عام لفظ فرماتے اور اس سے آپ کا ارادہ تخصیص کا ہوتا۔

آپ ﷺ کی احادیث میں اس تخصیص و تعمیم کو نہ جاننے کی وجہ سے معترضین نے ان احادیث پر تعارض کا اعتراض کیا ہے، اسکی ایک مثال یہ ہے:

"عن أبى ذر قال قال رسول الله ـصلى الله عليه وسلمـ « جعلت لى الأرض طهورا ومسجدا»"(۲۵)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے لئے زمین کو پاکیزہ اور مسجد بنایا گیا ہے۔

اس حدیث کے الفاظ عام ہے تاہم اس سے مراد خاص زمین ہے نہ کہ دنیا کی پوری سطح زمین، معترضین حضرات نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں اس لئے کہ اس میں تمام سطح زمین کو مسجد کا حکم دیا گیا ہے حالانکہ سطح زمین پر بہت سی ایسی جگہیں ہیں جن پر نماز پڑھنا جائز نہیں، حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث میں الفاظ عام ہے لیکن اس سے مراد تمام زمین نہیں بلکہ خاص زمین ہے، اس کی دلیل مذکورہ احادیث ہیں:

**پہلی حدیث:**

"عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله ﷺ الأرض كلها مسجد إلا المقبرة والحمام"(۲۶)

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ساری زمین مسجد ہے سوائے بیت الخلاء اور مقبرے کے۔

**دوسری حدیث:**

"عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوا في مرابض الغنم ولا تصلوا في أعطان الإبل"(۲۷)

مذکورہ بالا احادیث میں پہلی حدیث کے اندر بیت الخلاء اور مقبرہ سے مسجد کی نفی کی گئی ہے جبکہ دوسری حدیث میں اونٹ کے باڑے میں نماز پڑھنے کی نفی کی گئی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ « جعلت لی الأرض طهورا ومسجدا » سے ہر زمین مراد نہیں بلکہ خاص زمین مراد ہے، لہذا ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

**۴۔روایت بالمعنیٰ**

روایت بالمعنیٰ کی وجہ سے بھی حدیث میں بعض اوقات تعارض پیدا ہوتا ہے، اس لئے کہ روایت بالمعنیٰ میں راوی بعض اوقات ایسے الفاظ سے آپ ﷺ کے کلام کی تشریح کرتا ہے جو کہ حقیقی معنیٰ کے اعتبار سے آپ ﷺ کے الفاظ کے معارض ہوتے ہیں، اسی وجہ سے جب وہ حدیث اصل حدیث پر پیش ہوتی ہے تو اس حدیث اور روایت بالمعنیٰ کے مابین تعارض ہوتا ہے، اسکی مثال یہ ہے:

"أن أبا هريرة قال سمعت رسول الله ﷺ يقول إذا أقيمت الصلاة فلا تأتوها تسعون وأتوها تمشون عليكم السكينة (السكينة) فما أدركتم فصلوا وما فاتكم فأتموا"(۲۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: جب نماز کھڑی ہو جائے تو تم نماز کی طرف دوڑ کر مت آؤ بلکہ چل کر آؤ، اور تم پر لازم ہے سکون اور وقار کے ساتھ چلنا، پس تمہیں نماز کا جو حصہ مل جائے تو اسکو پڑھ لو اور جتنی نماز رہ جائے تو اسکو پورا کر لو۔

**ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:**

"عن أبي هريرة رضى الله عنه عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- قال: «إذا أتيتم الصلاة فلا تأتوها تسعون، وأتوها تمشون وعليكم السكينة فصلوا ما أدركتم واقضوا ما فاتكم». رواه مسلم في الصحيح عن أبي بكر بن أبي شيبة وغيره عن سفيان۔"(۲۹)

پہلی حدیث میں (اتموا) اور دوسری حدیث میں (فاقضوا) کا لفظ مذکور ہے، فقہی اعتبار سے اتمام اور قضاء میں فرق ہے، اتمام سے مراد ماقبل پر بنا کرنا ہے یعنی نامکمل چیز کو مکمل کرنا ہے، اور قضاء سے مراد فوت شدہ چیز کی طرف رجوع کرنا ہے، یعنی کسی فوت شدہ چیز کی تلافی کرنی ہے۔

**۵۔ تحریف**

احادیث میں تعارض کی پانچویں وجہ تحریف یعنی تبدیلی کرنا ہے، راوی حدیث کے الفاظ میں کوئی تبدیلی کرتا ہے یا اس کی ایسی تشریح کرتا ہے جو کہ حدیث کو دوسری احادیث کے معارض بنا دیتا ہے جس کی وجہ سے احادیث کے درمیان تعارض واقع ہو جاتا ہے۔ اسکی مثال یہ ہے:

عن ابن عباس قال: قال رسول اللهﷺ یمسح المتیمم هکذا، ووصف صالح من راسه الی جبهته۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ تیمم کرنے والا مسح اس طرح کرے گا۔ راوی حدیث صالح نے سر کے درمیان سے پیشانی تک کا ذکر کیا۔

اب صالح کی یہ روایت تیمم سے متعلق تمام روایات کے معارض ہے، اس لئے کہ تیمم سے متعلق کسی بھی صحیح حدیث میں سر کا مسح مذکور نہیں، بلکہ یہ صالح کی طرف سے حدیث میں تحریف ہے جس کی وجہ سے اب یہ حدیث تیمم سے متعلق دوسری تمام صحیح حدیثوں کے معارض ہوگئی ہے، اسی وجہ سے محمد ابن سلیمان بن علی سے اس حدیث کے متعلق الضعفاء الکبیر میں مذکور ہے کہ یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔

**۶۔ شذوذ**

حدیث میں تعارض کی چھٹی وجہ شذوذ ہے، شاذ کے لغوی معنی جماعت سے علیحدگی ہے، اصطلاحی معنٰی کے اعتبار سے شاذ وہ روایت ہے جس میں ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کے روایت کی مخالفت کرے، اب یہ مخالفت کبھی سند میں ہوتی ہے جو کہ ہماری بحث سے خارج ہے اور کبھی متن میں ہوتی ہے جسکی وجہ سے احادیث میں تعارض پیدا ہوتا ہے، اس کی مثال یہ ہے، بخاری شریف میں مذکورہ ہے کہ:

"عن ابن عباس رضی الله عنهما أن النبی تزوج میمونة وهو محرم"[۳۰]

حضرت ابن عباس سے روایت کی جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت میمونہؓ کے ساتھ جب شادی کی تو اس وقت آپ ﷺ محرم تھے۔

**دوسری حدیث مسلم شریف کی ہے:**

"وروی عن یزید بن الأصم عن میمونة قالت تزوجنی رسول الله صلی الله علیه و سلم وهو حلال ویزید بن الأصم هو ابن أخت میمونة"(۳۱)

یزید بن الاصم سے روایت ہے کہ مجھے حضرت میمونہؓ نے بتایا کہ جب آپ ﷺ نے میرے ساتھ شادی کی تو اس وقت آپ ﷺ حلال تھے۔

مذکورہ دونوں احادیث میں تعارض ہے، پہلی حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت میمونہؓ سے نکاح کے وقت آپ ﷺ محرم تھے جبکہ دوسری حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نکاح کے وقت آپ ﷺ حلال تھے۔ان دونوں احادیث کے درمیان جمع ممکن نہیں اسلئے کہ یہ دونوں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہے اور نہ ان کے مابین نسخ ممکن ہے اس لئے کہ یہ دونوں اخبار ہے اور اخبار میں نسخ جائز نہیں، لہذا ایک حدیث کو لینے اور دوسری حدیث کو ترک کرنے کیلئے کسی دلیل کی ضرورت ہوگی، جمہور علماء کرام نے ان دونوں احادیث میں سے دوسری حدیث کو لیا ہے، اسلئے کے یہ حدیث حضرت میمونہؓ سے متعلق ہے لہذا اسمیں ان کا قول معتبر ہوگا۔

**۷۔ حدیث کے شان ورود سے ناواقفیت:**

حدیث میں تعارض کی ساتویں وجہ حدیث کے شان ورود سے ناواقفیت ہے، بعض اوقات آپ ﷺ کا کلام کسی خاص شخص سے متعلق ہوتا ہے اس کو اسی شخص تک منحصر رکھنا ضروری ہے، تاہم جو شخص اس حدیث کے شان وود سے ناواقف ہوتا ہے وہ اسکو عام سمجھتا ہے، جسکی وجہ سے احادیث میں تعارض پیدا ہوتا ہے اسکی مثال حدیث مذکور ہے:

"عن ابن عمر رضی الله عنهما قال رسول الله ﷺ إن المؤمن یأکل فی معی واحد وإن الکافر أو المنافق یأکل فی سبعة أمعاء"(۳۲)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ بے شک مومن ایک آنت سے کھاتا ہے اور کافر یا منافق (راوی کو ان دونوں کی تعیین سے متعلق وہم ہوا ہے) سات آنتوں سے کھاتا ہے۔

یہ حدیث بظاہر ایک مشکل حدیث ہے اسلئے کہ کھانے کی کثرت اور قلت کا ایمان اور کفر سے کوئی تعلق نہیں، اسی وجہ سے ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث میں ایک معین کافر مراد ہے نہ کہ کفار کی جنس مراد ہے، درحقیقت اس حدیث کو عموم پر محمول کرنا بھی ناممکن ہے اسلئے کہ مشاہدہ اسکی تکذیب کرتی ہے اور آپ ﷺ تکذیب سے مبرا ہے۔

جو لوگ اس حدیث کے شان ورود سے ناواقف ہیں وہ اس حدیث پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ حدیث مشاہدہ کے خلاف ہے، اور جو لوگ اس حدیث کے شان ورود سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اس میں کوئی تعارض نہیں، اسلئے کہ یہ حدیث ایک متعین کافر سے متعلق ہے کہ وہ سات آنتوں سے کھاتا تھا جسکی تشریح مسلم شریف کی ایک حدیث میں مذکور ہے آپ ﷺ نے ایک کافر کی ضیافت کی اور آپ نے ان کو سات بکریوں کا دودھ پلایا تاہم وہ پھر بھی سیراب نہیں ہوا، اس موقع پر آپ ﷺ نے یہ کلام فرمایا تھا، مکمل حدیث یہ ہے:

"عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ضافه ضيف وهو كافر فأمر له رسول الله صلى الله عليه وسلم بشاة فحلبت فشرب حلابها ثم أخرى فشربه ثم أخرى فشربه حتى شرب حلاب سبع شياه ثم إنه أصبح فأسلم فأمر له رسول الله صلى الله عليه وسلم بشاة فشرب حلابها ثم أمر بأخرى فلم يستتمها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم المؤمن يشرب في معى واحد والكافر يشرب في سبعة أمعاء"(۳۳)

**۸۔ادراج**

حدیث میں یہ تعارض کی آٹھویں وجہ ادراج ہے، ادراج کا تعلق احادیث میں تعارض سے براہ راست نہیں بلکہ ضمناً ہے، اس لئے کہ بعض اوقات راوی حدیث میں اپنی طرف سے کوئی لفظ بڑھالیتا ہے جسکی وجہ سے وہ حدیث دوسری احادیث کے معارض ہو جاتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے:

"قال رسول الله ﷺ للعبد المملوك الصالح أجران والذی نفسی بیده لولا الجهاد فی سبیل الله والحج وبر أمی لأحببت أن أموت وأنا مملوك"(۳۴)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نیک غلام کیلئے دگنا اجر ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر اللہ کے راستے میں جہاد اور حج فرض نہ ہوتے اور اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک لازم نہ ہوتا تو مجھے یہ بات پسند تھی کہ میں غلامی کی حالت میں مروں۔

اس حدیث کا دوسرا جزء والذی نفسی سے لیکر آخر تک یقیناً آپ ﷺ کا کلام نہیں، اسلئے کہ یہ ایک حقیقت کے معارض ہے، وہ حقیقت یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کی والدہ کا انتقال ہوا تھا تو اس وقت آپ چھوٹے بچے تھے اور آپ کو والدہ کی خدمت کا موقع نہیں ملا تھا، اسی وجہ سے اکثر علماء کرام نے اس بات کی صراحت فرمائی کہ یہ راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ادراج ہے، یہ جملہ آپ ﷺ کا نہیں بلکہ حضرت ابوہریرہؓ کا جملہ ہے (جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور علائی نے اسکی صراحت کی ہے) اس ادراج کی وجہ سے یہ حدیث دوسری حدیث کے معارض ہوئی ہے جو کہ حضرت ابوہریرہؓ کی طرف منسوب ہے، حدیث ابوہریرہ درج ذیل ہے:

"عن سعید بن المسیب عن أبی هریرة أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال للعبد المصلح المملوك أجران والذی نفس أبی هریرة بیده لولا الجهاد فی سبیل الله والحج وبر أمی لأحببت أن أموت وأنا مملوك"(۳۵)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نیک غلام کیلئے دگنا اجر ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر اللہ کے راستے میں جہاد اور حج فرض نہ ہوتے اور اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک لازم نہ ہوتا تو مجھے یہ بات پسند تھی کہ میں غلامی کی حالت میں مروں۔

## نتیجہ

تعارض کی حقیقت، تعارض کی شروط، تعارض کی وجوہات اور چند احادیث کے مابین نظر آنے والی ظاہری تعارض کے رفع کے تحقیقی مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ احادیث نبوی ﷺ کے مابین کوئی تعارض نہیں ہے، رسالت

آپ ﷺ کا کلام چونکہ وحی غیر متلو ہے، اس وحی الٰہی اور کلام رسول ہونے کی بناء پر احادیث نبوی ﷺ میں حقیقی تعارض محال ہے، کیونکہ کسی شخص کے کلام میں تعارض کا وجود ایک بڑا عیب شمار ہوتا ہے جس کی وجہ سے متکلم کا کلام ساقط الاعتبار ہو جاتا ہے، جبکہ امت مسلمہ کا اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کا کلام تمام عیوب سے پاک صاف ہے اور نہ صرف امت مسلمہ بلکہ آپ کے ازلی دشمن کفار کے نزدیک بھی آپ ﷺ کے کلام کو وہ مقام اور اہمیت حاصل تھی کہ صداقت کلام کی وجہ سے آپ ﷺ کو صادق اور امین کے لقب سے پکارتے تھے، اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ باری تعالی کے فرمان کے مطابق آپ ﷺ کسی ذاتی خواہش یا دنیاوی غرض سے کسی بات کا تکلم نہیں فرماتے تھے، بلکہ آپ ﷺ کا کلام صرف وحی الٰہی پر مشتمل تھا، بناء بریں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حقیقی تعارض کا وجود احادیث نبوی ﷺ میں بالکل معدوم ہے، البتہ قلت علم و معلومات یا نقص عقل کی وجہ سے کبھی کبھار چند احادیثوں میں ظاہری طور پر تعارض دکھائی دیتا ہے، تاہم جب مختلف زاویوں سے ان احادیث کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور سیاق وسباق کی روشنی میں ان احادیث پر روشنی ڈالی جاتی ہے تو وہ تعارض فوراً ختم ہو جاتا ہے، اس لئے کہ وہ تعارض دراصل حقیقی تعارض نہیں ہوتا بلکہ چٹیل صحرا کا وہ سراب ہوتا ہے جسے پیاسا آدمی پانی سمجھ بیٹھتا ہے، لیکن جب وہ اس کے پاس پہنچتا ہے اور قریب جا کر اسے دیکھتا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔

## حوالہ جات


۱۔ القرآن،۱۵:۹

۲۔القرآن،۵۳:۳۔۴

۳۔القرآن،۸:۴

۴۔البغدادی،احمد بن علی بن ثابت ابو بکر الخطیب،الکفایۃ في علم الروایۃ،الناشر:المکتبۃ العلمیہ،المدینہ المنورہ،ص:۴۳۳

۵۔الکسي،عبد بن حمید بن نصر أبو محمد،۱۴۰۸ھ بمطابق ۱۹۸۸ء،مسند عبد بن حمید،مکتبۃ السنۃ،القاہرہ،مصر،ص:۳۰۹

۶۔البخاری،محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری،دار طوق النجاۃ،ص:۱۶۵

۷۔النیسابوری،مسلم ابن الحجاج القشیری، صحیح مسلم،دار احیاء التراث،العربی،بیروت،۲۲۰۳/۴

۸۔القرآن،۲۲:۳۵

۹۔ابن امیر الحاج،۱۴۱۷ھ،بمطابق ۱۹۹۷ء،التقریر والتحبیر فی علم الاصول،دار الفکر،بیروت،۳/۳

۱۰۔البہاری،محب اللہ بن عبد الشکور الہندی،۱۳۲۶ھ،مسلم الثبوت فی اصول الفقہ،المطبعۃ الجنسیہ،المصریہ،مطبعہ کردستان العلمیہ،۱۸۹/۲

۱۱۔ابن الملک،عزالدین عبد اللطیف ابن عبد العزیز،شرح المنار فی الاصول،دار الکتب العلمیہ،بیروت لبنان،۶۶۸/۲،۶۶۷

۱۲۔النیسابوری،مسلم ابن الحجاج القشیری، صحیح مسلم،۱/ ۷۶

۱۳۔برہان پوری،علاؤالدین علی متقی بن حسام الدین،کنز العمال في سنن الأقوال والأفعال،مؤسسۃ الرسالۃ،بیروت،۱/ ۵۷

۱۴۔القرآن،۶۲:۹

۱۵۔النیسابوری،مسلم ابن الحجاج القشیری، صحیح مسلم،دار احیاء التراث،العربی،بیروت،۱/ ۴۲۰

۱۶۔القرآن،۳۹:۵۳

۱۷۔الامام احمد بن حنبل،۱۴۲۰ھ بمطابق ۱۹۹۹ء،مسند أحمد،مؤسسۃ الرسالۃ،بیروت،۲۳/ ۲۹۰

۱۸۔البزار،ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق،۱۹۸۸تا۲۰۰۹ء،مسند البزار،مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورہ،۱/ ۲۷۴

۱۹۔الدکتور لطفی بن محمد الزغیر،۱۴۲۸ھ،التعارض فی الحدیث،المکتبۃ العبیکان،الریاض، ص۱۲۳

۲۰۔الدینوری،ابو بکر احمد بن مروان المالکی،۱۴۱۹ھ،المجالسۃ وجواھر العلم،دار ابن حزم،بیروت،لبنان،۷/ ۲۲۹

۲۱۔السیوطی،عبد الرحمان بن ابی بکر،جلال الدین،جامع الأحادیث،مکتبۃ البحوث والدراسات،دار الفکر،۳۴/ ۹۸

۲۲۔البزار،ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق،مسند البزار،۱۷/ ۱۰۲

۲۳۔النیسابوری،مسلم ابن الحجاج القشیری، صحیح مسلم،۴/ ۱۷۴۶

۲۴۔الطبرانی،سلیمان بن احمد بن ایوب ابو القاسم،۱۴۰۵ھ بمطابق ۱۹۸۴ء،مسند الشامیین،الناشر:مؤسسۃ الرسالہ،بیروت،۴/ ۳۴۲

۲۵۔الازدی،ابوداؤد سلیمان بن الاشعث، سنن أبي داؤد،المکتبۃالعصریہ، صیدا،بیروت،۱/ ۱۸۲
۲۶۔الترمذی، محمد بن عیسی بن سورہ بن موسی، سنن الترمذی، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر،۲/ ۱۳۱
۲۷۔الترمذی، محمد بن عیسی بن سورہ بن موسی، سنن الترمذی ۲/ ۱۸۰
۲۸۔البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، ص: ۱۲
۲۹۔الخراسانی،احمد بن الحسین بن علی بن موسی، ۱۴۲۴ھ،السنن الکبری للبیہقی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان،۲/ ۲۲۱
۳۰۔البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، ص: ۳۲
۳۱۔الترمذی، محمد بن عیسی بن سورہ بن موسی، سنن الترمذی، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر،۳/ ۲۰۰
۳۲۔البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، ص: ۱۵۱
۳۳۔النیسابوری، مسلم ابن الحجاج القشیری، سن ندارد، صحیح مسلم،دار احیاء التراث العربی، بیروت،۳/ ۱۶۳۲
۳۴۔البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، ص: ۳۳۳
۳۵۔الامام احمد بن حنبل، مسند أحمد ۱۴/ ۱۰۷